ڈاکٹر جمیل جالبی اور بچوں کا ادب

ڈاکٹر یاسمین سلطانہ
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ اردو، وفاقی اردو یونیورسٹی

کلیدی الفاظ: تخلیقات، ذوق تسکین، اطفال نو، ادب الاطفال، قد آور، موضوع و اسلوب

ملخص

ڈاکٹر جمیل جالبی دنیائے ادب میں کئی حیثیتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ جمیل جالبی صاحب کو نقاد، تاریخ داں، مترجم، مبصر، محقق، مدیر کی حیثیت سے اردو داں طبقہ اچھی طرح واقف ہیلیکن جالبی صاحب کے ادبی کارناموں کا ایک گوشہ ایسا بھی ہے جس سے بہت کم قاری واقف ہیں اور وہ گوشہ ہے" ب وں کا ادب" ہمارے بڑے ادیبوں نے اس طرف توجہ نہیں دی گو کہ لکھنے والوں نے خوب لکھا ہے مگر ہمارے بڑے ادیب بالخصوص ناول نگار، افسانہ نگار، محقق اور نقاد نے اسے وقت کا زیاں سمجھ کر یکسر رد کر دیا ایسے میں اردو ادب کی ایک بڑی ہستی جنیل جالبی صاحب نے اپنی گوناں گو علمی مصروفیات میں سے بچوں کے لیے وقت نکالا انھیں اہمیت دی۔ انھوں نے بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں تخلیق کیں۔ اس حوالے سے ناصرف خود لکھا بلکہ ادیبوں اور شعرا کو ادھر متوجہ کرنے کے لئے اخبارات میں اس کی افادیت پر کالم اور مضامین بھی لکھے۔ چونکہ وہ ایک معلم بھی تھیاس لیے طلبا کی تعلیم و تربیت پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ عمارت کی تعمیر، خوبصورتی اور مضبوطی کا دارومدار اس کی بنیاد پر ہیاس لئے بنیاد پر خاص توجہ دینی چاہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچوں کا ادب تخلیق کر کے اپنے ملک کے مستقبل کے معماروں کی ذہنی تربیت میں حصہ لیا۔

اردو ادب میں ایک بڑا نام ڈاکٹر جمیل ہے جو بلاشبہ کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ سولہ جون 1929 کو علی گڑھ میں پیدا ہوئے سرکاری ریکارڈ میں ان کی تاریخ پیدائش یکم جولائی 1929 درج ہے۔ 1943 میں میٹرک کا امتحان سہارن پور کے گورنمنٹ ہائی اسکول سے پاس کیا میرٹھ کالج سے 1945 میں ایف اے اور 1947 میں بی اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ 1947 میں پاکستان چلے آئے یہاں سے ایم اے ایل ایل بی، پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی اسناد حاصل کیں ایل ایل بی اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں سندھ یونیورسٹی جام شورو سے حاصل کیں۔ انہیں ڈی ایس سی کی اعزازی ڈگری بھی دی گئی۔ جامعہ کراچی میں وائس چانسلر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے صدر نشین رہے۔ اردو لغت بورڈ کراچی کے سربراہ اور متعدد اہم اداروں کے رکن بھی رہے انہوں نے متعدد کتب لکھیں اور مرتب کیں۔ ایسی چند تصانیف بہ شمول لغات و تراجم میں تاریخ اردو ادب (چار جلدیں) ادبی تحقیق، بوطیقات از ارسطو، بزم خوش نفساں ن۔ م راشد ایک مطالعہ، کلیات میرا جی، میرا من ایک مطالعہ، فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ، میرا جی ایک مطالعہ، ہندو پاک میں اسلامی کلچر، ہندو پاک میں اسلامی جدیدیت پاکستانی کلچر، قدیم اردو کی لغت، قلندر بخش جرات، محمد تقی میر، ادب، کلچر اور مسائل، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، تنقید اور تجربہ دیوان نصرتی، دیوان حسن شوقی، نئی تنقید بارہ کہانیاں، حیرت ناک کہانیاں، ایلیت کے مضامین، ارسطو سے ایلیٹ تک شامل ہیں آپ کا سب سے اہم کام قومی انگریزی اردو لغت کی تدوین ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں 1964ء، 1973ء، 1974ء اور 1975ء میں داؤد ادبی انعام، 1987ء میں یونیورسٹی گولڈ میڈل اور حکومت پاکستان کی طرف سے 1990ء میں ستارہ امتیاز اور 1994ء میں ہلال امتیاز سے نوازا گیا اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے 2015ء میں آپ کو پاکستان کے سب سے بڑے ادبی انعام کمال فن ادب انعام سے نوازا گیا۔

ڈاکٹر صاحب ادب کی دنیا میں کئی حیثیتوں سے اپنی پہچان بنائی ادب کے جس پہلو پر قلم اٹھایا ادب کا ایک باب روشن کیا۔ انہوں نے تاریخ پر قلم اٹھایا تو "تاریخ ادب اردو" کی چار جلدیں مرتب کر ڈالیں جن میں قدیم و جدید شعراء و نثر نگاروں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ اردو کی پہلی تاریخ ہے جس میں

ادب کو مخصوص تہذیبی، معاشرتی معاشی، سیاسی اور لسانی عوام کا منطقی نتیجہ اور اجتماعی تہذیبی روح کا عکس سمجھ کر اسے اس انداز میں زیر بحث لایا گیا ہے کہ وہ ایک نا قابل تقسیم اکائی کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ یہ تاریخ ادب اردو جدید انداز کی مربوط تاریخ ہے(؟) تحقیق پر قلم اٹھایا تو چار کارنامے ہی ادبی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر گئے۔ "دیوان حسن شوق"، "دیوان نصرتی"، "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" اور قدیم اردو کی لغت" ان کتابوں کو مرتب کرتے ہوئے جالبی صاحب محض مواد اکٹھا نہیں کر رہے تھے بلکہ ان کی نظر ادبی تاریخ کے ارتقاء پر تھی انہوں نے ان شعراء کا مقام بھی متعین کرنے کی کوشش میں تاریخ کو کھنگال ڈالا ان تمام شعراء کے کلام کا لسانی مطالعہ کے ذریعے علاقائی زبانوں سے روابط بھی پیش کیا۔ جمیل جالبی صاحب کی تنقید کے پہلو پر بھی گہری نظر رہی ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے کہا تھا کہ اردو کا بہترین نقاد وہ ہوگا جس کی دونوں آنکھیں روشن ہوں گی یعنی جو مغرب اور مشرق دونوں کے ادب سے پوری واقفیت رکھتا ہوگا۔ اس حوالے سے جمیل جالبی بہترین نقاد ثابت ہوئے کیونکہ وہ مغربی علوم کا وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کہتے ہیں جمیل صاحب ایک ذاتی اور انفرادی منی فیسٹو کے ساتھ تنقید کے میدان میں آئے ہیں وہ "فکری تنقید" میں فرق کرتے ہیں۔(؟) تنقید کے میدان میں ان کا تنقیدی مضامین کا مجموعہ "تنقیدی اور تجزیہ" ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے گو کہ اس میں تنقید کے علاوہ بعض مغربی ادیبوں کے مختصر تعارفی مضامین بھی شامل ہیں مگر اس مجموعی کی تنقیدی حیثیت برقرار ہے۔ تحقیق و تدوین کے حوالے سے دو اہم ترین کتاب " کلیات میراجی" اور "میراجی ایک مطالعہ" جمیل صاحب کا الگ کارنامہ ہے۔ کلیات میراجی میں ان کی غزلیں نظمیں، گیت کو یکجا کیا گیا ہے جبکہ "میراجی ایک مطالعہ میں میراجی کی شخصیت وفن پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ جمیل صاحب نے ترجمہ نگاری کے میدان میں بھی اپنی الگ پہچان بنائی ہے۔ انہوں نے ترجمے کے لئے مغربی ادب کی شاہکار کتابوں کا انتخاب کیا جن میں "ارسطو سے ایلیٹ تک" اور "ایلیٹ کے مضامین" قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ان دونوں کتابوں کے ذریعے نئی نسل تک ایلیٹ کے اثرات منتقل ہوئے۔

تاریخ کی طرف نظر گئی تو "تاریخ ادب اردو" کی چار جلدیں لکھ ڈالیں جو اردو ادب کا سرمایہ خاص بن گئیں۔ یہ کتاب اردو اب کی تاریخ کے حوالے سے ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئی۔ انہوں نے اس میں جن نکات و رموز کی وضاحت کی ہے اس نے اردو ادب میں ایک تسلسل قائم کر دیا ہے یہ ان

کی دور بین نگاہی کا فیض ہے کہ ہم ادب وزبان کو ماضی، حال اور مستقبل کی جڑوں میں معنی خیز روایات کی طرز نو میں دیکھتے ہیں۔(?) جمیل جالبی کے مطالعے کی خاص عادت تھی کہ قدیم ادب کے مطالعے کے دوران اپنی یادداشت کے لئے قدیم اردو الفاظ کے معنی الگ الگ کارڈوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔ان کی اس عادت نے انہیں اردو ادب کی ایک اور صنف کی خدمت کی طرف آمادہ کر دیا اور انہوں نے "قدیم اردو کی لغت" تیار کر ڈالی۔اس کے علاوہ جامعہ عثمانیہ کی مطبوعات کے اصطلاحات بھی مرتب کیا۔ "فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ" کے نام سے جس میں ?? ہزار اصطلاحات شامل ہیں۔اس کے علاوہ انہوں نے "قومی انگریزی اردو لغت" بھی مرتب کیا جو ???? صفحات پر مشتمل ہے جس میں نئی الفاظ سازی کی عملی کاوشیں جا بجا نظر آتی ہیں۔ایک صاحب فکر ادب ہونے کی حیثیت سے جمیل جالبی کی نظر مسلمانوں کے دیگر مسائل کی طرف بھی تھی جن میں ایک بڑا مسئلہ مسلمانوں کے کلچر کا تھا اس سلسلے میں انہوں نے "پاکستان کلچر: مسائل اور پاکستانی کلچر کی تشکیل" لکھ ڈالی اس میں انہوں نے کلچر کی تعریف سے لے کر مذہب اور کلچر کے متعلق اور پاکستان کے مخصوص قومی مسائل پر کھل کر بحث کی ہے۔اردو ادب کے متعدد گوشوں میں اپنی پہچان بنانے والے جمیل جالبی نے ادبی صحافت میں بھی خدمات انجام دیں۔سب سے پہلے ادبی رسالہ "ساقی" سے وابستہ رہے بعد ازاں "نیا دور" کے ایڈیٹر کے حیثیت سے جدید اردو ادب کی غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔

لیکن ادب کا ایک گوشہ ایسا بھی ہے جسے ہم کسی بھی بڑے ادیب کے ادبی تخلیق کا حصہ نہ سمجھتے ہوئے اس سے روگردانی کرتے ہیں۔اور وہ گوشہ ہے بچوں کا ادب۔جس پر ہمارے اردو کے بڑے ادیبوں کی نظر کم کم ہی گئی ہے اس لئے شاید ہمارے ہاں یہ رجحان پروان چڑھ گیا کہ بچوں کے لئے لکھنا بڑے ادیبوں کے شایان شان نہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارے ہاں بچوں کے ادب تخلیق نہیں ہوئے۔یوں تو اُردو میں بچوں کے ادب کا آغاز اورنگزیب عالمگیر کے عہد سے ہوتا ہے۔اگر بیسیوں صدی کے ابتدائی ادوار پر نظر دوڑائیں تو بچوں کے ادب کا خاصا وسیع ذخیرہ نظر آتا ہے۔بچوں کے مخصوص ادبی رسالے مثلاً "پھول" "غنچہ" "پیامِ تعلیم" "سعید" وغیرہ پورے برصغیر کے بچوں کے ذوق تسکین کا باعث بن رہے تھے ان میں شامل ولولہ انگیز نظمیں، اخلاقی کہانیاں اور معلوماتی مضامین نا صرف اطفالِ نو کے دل و دماغ کو تفریح مہیا کر رہے تھے بلکہ ان کے علم میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت میں بھی

مثبت کردار ادا کر رہے تھے۔اس دور میں ہمارے شعراء وادیب بچوں کی تعلیم وتربیت کو اپنا قومی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنے قیمتی وقت میں سے چند گھڑیاں بچوں کے لئے ضرور نکالتے تھے۔اس زمانے میں اردو ادب کی قد آور ہستیاں جنہوں نے ادب الاطفال کو اہمیت دی ان میں علامہ اقبال، مولانا احسن مارہروی، اختر شیرانی، مولانا حامد حسن قادری، علامہ تاجور نجیب آبادی، چراغ حسن حسرت، تلوک چند محروم، حفیظ جالندھری افسر میرٹھی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، ڈاکٹر ذاکر حسین، محمدی بیگم، امتیاز علی تاج، عبدالواحد سندھی اور اشرف صبوحی قابل ذکر ہیں۔لیکن قیام پاکستان کے بعد ہمارے بڑے ادیبوں نے بچوں کی طرف سے غفلت برتنی شروع کردی۔ اس سے یہ مطلب اخذ نہ کیا جائے کہ بچوں کے ادب کی تخلیقات معدوم ہوگئیں، ہرگز نہیں بچوں کے ادب کو فروغ حاصل ہوا مگر افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ادب ہمارے بزرگ ادباء کی توجہ سے محروم رہا البتہ نئے ادیب اور شعراء ادب الاطفال کو خوب سے خوب تر بنانے میں اپنی بساط بھر کوششیں کرتے رہے ہیں۔مگر چند ادیب وشعراء ایسے ضرور تھے جنہوں نے بچوں کے ادب کو فروغ دینے میں اپنا مثبت کردار ادا کیا ان کے دل میں نسل نو کی محبت جاگزیں تھی۔ وہ بچوں کی بنیادی تعلیم و تربیت کے ذریعے ملک وقوم کا مستقبل محفوظ کرنے کے متمنی تھے اور ان چند ادیبوں میں ایک ڈاکٹر جمیل جالبی بھی تھے۔

جمیل جالبی جو ادبی دنیا کی قد آور شخصیت ہونے کے باوجود بچوں کیلئے وقت نکالتے رہے انہوں نے نے کبھی بھی بچوں کے ادب کو کم مایہ نہیں سمجھا اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ ایک شفیق باپ تھے اپنے بچوں کی محبت لاشعوری طور پر تمام بچوں سے قریب رکھتی تھی۔ دوسری وجہ ان کا معلم ہونا بھی تھا۔اور تیسری وجہ نسل نو کی رہنمائی کے ذریعے وطن عزیز کی بقاء تھی۔اس سلسلے میں شعوری فکر کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے دیگر ادیبوں کی توجہ بھی "بچوں کی ادب" کی جانب مبذول کرنے کی کوشش کی۔اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون "اچھا لکھنے والوں کو بھی بچوں کیلئے لکھنا چاہئے" جو روزنامہ "حریت" کراچی سے شائع ہوا۔اس مضمون میں جالبی صاحب نے بچوں کے ذہنی تربیت میں ادب کے رول پر روشنی ڈال کر ادیبوں میں بچوں کے ادب کی تخلیق کی تحریک پیدا کی ہے۔اس کے علاوہ ایک مضمون "بچوں کی تربیت اس طرح کریں کہ منفی جذبات پیدا نہ ہوسکیں" روزنامہ جنگ میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ بچوں کے حوالے سے متفرق مضامین وقتاً فوقتاً مختلف روزناموں میں شائع ہوتے رہے جن میں

"بچوں کو آسان زبان میں تاریخ، سائنسی اور دیگر معلومات سے روشناس کرایا جائے"، "بچوں کے ادب پر چند سال میں بہار آنے کا یقین ہو گیا ہے"، بچوں کے لئے کتابیں۔ "بچوں کے لئے اچھی کتابیں لکھنے پر توجہ دی جائے" اور "بچوں کے لئے کتابیں بچہ بن کر لکھی جاتی ہیں" شامل ہیں یہ وہ مضامین ہیں جو جالبی صاحب کی بچوں کے لئے فکر ونظر کو واضح کرتی ہیں۔ بچوں سے ذہنی ہم آہنگی کا یہی وہ فطری عنصر ہے جس نے انہیں بچوں کے ادب سے دور نہیں ہونے دیا۔

ایک تو بچپن سے مصنف بننے کا شوق جس کے تحت نو عمر جمیل کاپیاں پھاڑ کر کتاب بناتا اور اس پر مصنف کے طور پر اپنا نام نمایاں طور پر لکھ دیتا اور والد سے داد وتحسین پاتا دوسرے والدہ جو خود شاعرہ تھیں ان کی تربیت نے بچپن میں ہی ادبی رجحان پیدا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف 12 سال کی عمر میں "سکندر اور ڈاکو" کے نام سے پہلی کہانی لکھی، جو اُن کے اسکول میں بطور ڈرامہ بھی پیش کی گئی۔ ان کی پہلی تحریر دہلی سے شائع ہونے والے رسالے "بنات" میں شائع ہوئی۔

جمیل جالبی نے اپنی گفتگو میں بتایا کہ جب وہ چھوٹے تھے تو نانی اماں سے کہانی سنے بغیر سوتے نا تھے۔ ایک بار کی کہی ہوئی کہانی بار بار سنتے تھے نانی کی زبانی "اٹے بٹے" کی کہانی انہیں بہت پسند تھی وہ کہتے ہیں کہ:

میرا ماضی ان کہانیوں کے اندر ملول کر گیا ہے اور اب وہ ان کی کہانیوں کے تعلق سے مجھ پر منکشف ہوتا ہے۔

جمیل صاحب کی بچوں کیلئے پہلی کتاب "جانورستان" کے نام سے شائع ہوئی جو جارج آرول کے ناول (FARMANIMAL) کا اردو ترجمہ تھا۔ کسی بھی تخلیق کو ادبی کسوٹی پر پرکھنے کیلئے دو باتوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، ایک موضوع دوسرا اسلوب، ادب کی تخلیق کے حوالے سے پہلا مرحلہ موضوع کے انتخاب کا آتا ہے قاری کی عمر اور طباع کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادیب موضوع منتخب کرتا ہے۔ بچے بنیادی طور پر جانوروں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور ان سے محبت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جانوروں سے متعلق گفتگو یا کہانیاں انہیں بیحد مرغوب ہوتی ہیں۔ بچوں کی اس نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے بچوں کی تربیت کیلئے کہانی کی شکل میں جانوروں کو موضوع بنایا اسی سلسلے میں مولانا رازق الخیری کے رسالہ 'بنات" میں اپنی دلچسپ کہانی "بلیاں" شائع کرائی۔ 2013 میں بچوں کی کہانیوں کا مجموعہ "بارہ

کہانیاں" کے نام سے شائع کروایا جس کے دیباچے میں جمیل جالبی لکھتے ہیں کہ "یہ وہ کہانیاں ہیں جو میں نے بچپن میں سنی یا پڑھی تھیں۔ میں چاہتا ہوں کہ موجودہ اور آنے والی نسلیں بھی ان کہانیوں کو پڑھ کر اپنے ذہن کو تازہ کریں۔(?) اس مجموعے کی پہلی کہانی "اپنی مدد آپ" ہے جس میں ایک چڑیا کی نصیحت اپنے بچوں کے ذریعے دوسروں پر تکیہ کرنے کے بجائے اپنی مدد آپ کے اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ کھیت کا مالک جب تک دوسروں پر انحصار کرتا ہے فصل کی کٹائی ممکن نہ ہوسکی مگر جیسے ہی اس نے ارادہ کیا کہ اب میں خود کل سے یہ کام کروں گا تو چڑیا کو یقین ہوگیا کہ فصل کی کٹائی ہوجائے گی اس لئے گھونسلہ تبدیل کرلینا چاہئے۔ دوسری کہانی "دو دوست دوشمن' ہے جس کا موضوع "اتفاق" ہے کہ چوہا اور مینڈک جب تک مل جل کر تھے محفوظ تھے مگر جیسے ہی جھگڑا کیا چیل کی خوراک بن گئے۔ "ایک چیل کی کہانی" میں آزادی کی اہمیت کو موضوع بنایا۔ "ایک عجیب معاہدہ" میں دشمنوں پر بھروسے کے نقصانات دکھائے گئے۔ "نادانی کی سزا" میں بتایا گیا کہ اپنی حیثیت سے زیادہ کی تمنا انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ سمجھدار گدھا" میں گدھے کے دانشمندانہ فیصلے کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "قصہ ایک بھڑیئے کا" جس میں ایک کمزور اور بھوکا بھیڑیا آرام واسائش کی خاطر بھی اپنی آزادی کا سودا نہیں کرتا ہے۔ مطلب اس کہانی کے ذریعے آزادی کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ "مغرور لومڑی" کے ذریعے اپنی صلاحیتوں کا بروقت استعمال کو موضوع بنایا گیا ہے "نادان بکری" لکھ کر لالچ کے انجام سے باخبر کیا کہ کس طرح بکری ٹھنڈے میٹھے پانی کی لالچ میں کنویں میں چھلانگ لگا کر اپنی جان سے ہاتھ دھوبیٹھی۔ "ناشکرا ہرن" میں ہرن کو ناشکری کی سزا اس کی موت کی شکل میں ملتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی مدد کرنے والی انگور کی بیلوں کو کھانے میں جلد بازی دکھائی تھی۔ "بدذات بلی" میں چغل خوروں کی باتوں پر کان نہ دھرنے کی اصلاح نظر آتی ہے۔ اگر چیل اور سؤرنی بلی کی باتوں میں نہ آتے اور ایک دوسرے کو اپنا دشمن نہ سمجھتے بلکہ پہلے کی طرح دوست بن کر رہتے تو اپنے بچوں سمیت موت کا شکار نہ ہوتے۔ "دو چوہے" میں گاؤں کی سادہ اور پرسکون زندگی کا موازنہ کیا گیا ہے شہر کی پرتعیش مگر پریشان کن زندگی سے۔

جمیل صاحب کا دوسرا مجموعہ "حیرت ناک کہانیاں" ہے جس میں صرف دو کہانیاں ہیں "چھن چھن چھن چھن" اور "بید کی کہانیاں" جو انہوں نے اپنے بچوں سمیرا جمیل اور فرح جمیل کی فرمائش پر لکھیں اور انہیں کے نام سے منسوب کی ہیں۔ چھن چھن چھن چھن میں جمیل جالبی نے اپنی آپ بیتی کو کہانی

کی شکل بیان کیا ہے۔سیکنڈ ایئر کے زمانے میں فلم دیکھنے کے شوق میں وہ چچا کے ساتھ سینما پہنچ گئے واپسی پر مانگی ہوئی بید سینما میں بھول آئے اور رات کے ڈیڑھ بجے اکیلے ہی بید لینے سینما جانا پڑا۔واپسی پر چھن چھن کی آواز نے ان کا پیچھا کیا جو کمرے تک پہنچ گئی۔انہوں نے دیکھا ایک چڑیل ان کے کمرے میں موجود تھی جو صبح فجر کی اذان ہونے تک انہیں اپنے مختلف عمل سے ڈراتی رہی۔دراصل جمیل صاحب نے اب جس موضوع کا انتخاب کیا اس کا تعلق Fantasy سے تھا فوق الفطرت کہانیوں میں پناہ لینے کی روایت بڑوں سے بچوں میں بھی پہنچ کی چکی تھی۔وہ بھی اپنی معاشرتی ذمہ داریوں اور ماحول کی بندشوں سے فرار حاصل کر کے Fantasy کی دنیا میں خوشی اور تحیر حاصل کرتا ہے۔جہاں زندگی کی حقیقتوں کے برخلاف ماورائی دنیا آباد ہوتی ہے جہاں جن بھوت، پریاں اور دیو ہوتے ہیں جہاں حقیقت سے پرے واقعات رونما ہوتے ہیں۔انوکھے واقعات ہوتے ہیں۔غیر معمولی مہم سر کی جاتی ہے۔یہ دنیا ایک خاص عمر کے بچوں کی مرغوب دنیا ہے جمیل جالبی صاحب بچوں کے اذہان میں Fantasy کی اہمیت سے واقف تھے اس لئے انہوں نے اس کہانی کا تانا بانا فوق الفطرت کے گرد بُنا ہے۔اس کہانی کا ایک نکتہ تو ایمان کی مضبوطی ہے کہ ہر مشکل میں ہم اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔اور وہ ہمیں مشکلوں سے نکالتا ہے ہے فجر کی اذان کے ساتھ ہی چڑیل غائب ہو جاتی ہے۔دوسرا نکتہ احساس ذمہ داری ہے جو ڈر اور خوف کے باوجود مصنف کو کسی سے مانگا ہوا بید واپس لانے کے لئے سینما واپس جانے پر مجبور کرتی ہے۔یہ کہانی بچوں کو بیک وقت صبر، رحم، جرا?ت، حوصلہ اور عمر رسیدہ انسانوں سے محبت کا احساس پیدا کرتی ہے۔چونکہ اسی کہانی کا مرکزی کردار خود جمیل جالبی ہیں جو چڑیل کے خونیں پنجے کا شکار ہوئے اس لئے بچوں کو دل میں جمیل جالبی نے اپنے لئے ترحم اور محبت کا جذبہ جگا دیا۔اور یہ جذبہ بچوں میں پیدا کرنا دراصل ان کی تربیت کا حصہ تھا۔اس مجموعے کی دوسری کہانی "بید کی کہانی" ہے جس میں ایک سر کٹا مصنف کے پیچھے پڑ گیا تھا یہاں تک کے پاکستان بننے کے بعد جب مصنف پاکستان آگئے تب بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا۔چونکہ ان کے دوست شاہد بھی اس سر کٹے مخلوق کے گواہ ہیں اس سے بچوں کے تحیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جمیل صاحب بچوں کے ذوق مطالعہ اور نفسیات کا ادراک رکھتے ہیں وہ اپنا بچپن یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"پریوں کی کہانیاں مجھے اچھی لگتیں، رنگ برنگ کی پریاں سبز پری، نیلم پری، سرخ پری آج

بھی میرے تخیل کا حصہ ہیں۔اماں سے کہتے کہ ہم بھی پریاں دیکھیں گے تو وہ جواب دیتیں کہ رات کو بارہ بجے چار کالے بھجنگ دیوؤں کے کندھے پر سوار ہو کر ٹھیک رات کے بارہ بجے پریوں کا تختہ گزرتا ہے۔ آج رات کو میں تمہیں آنگن میں لے جا کر دکھا دوں گی بارہ بجنے کا ہم انتظار کرتے رہے لیکن نیند کی پریاں ہمیں بارہ بجے سے پہلے ہی اڑا کر خوابوں کی دنیا میں لے جاتیں۔ان کی کہانیوں نے میرے ذہن کی تشکیل میں بڑا کام کیا ہے میرا خیال ہے یہ کہانیاں اسی طرح ہر نسل کی تربیت کرتی ہیں"۔

موضوع کے انتخاب کے ساتھ ساتھ بچوں کی کہانیاں لکھتے ہوئے جمیل جالبی نے اسلوب کا بھی خاص خیال رکھا ہے۔ان کہانیوں کا مطالعہ کرتے ہوئے تحقیق ،تنقید،تاریخ کی دنیا کا ڈاکٹر جمیل جالبی ذہن سے محو ہو جاتا ہے جس کے اسلوب میں ادبی شان پائی جاتی ہے ہم ایک دوسرے جمیل جالبی سے ملتے ہیں جو جانوروں کے کی کہانیاں لکھتے ہوئے ہمیں ایک بچہ نظر آتا ہے لیکن جب حیرت ناک کہانیاں لکھتا ہے تو اس میں الفاظ کا چناؤ اور جملوں کی بنت باشعور بچوں کی ادبی شعور کو جلا بخشتی ہیں۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کا بچوں کیلئے ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے پنڈت رتن ناتھ سرشار کا ناول "فسانہ ؟ آزاد" میں بچوں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اس کے مرکزی مزاحیہ کردار خوجی کے پر مزاح واقعات کو بچوں کی کہانیوں میں ڈھال دیا۔اس کردار کا تکیہ کلام "نہ ہوا قرولی" کو ذیلی عنوان بنا کر ہر واقعے کی ایک کہانی تشکیل دی جو جنوری ???? سے بچوں کے ماہنامہ "ہونہار" میں قسط وار چھپنا شروع ہوئی ستمبر ???? میں ??ویں قسط کی اشاعت آخری قسط ثابت ہوئی۔ یہ کہانیاں رنگین تصویروں کے ساتھ شائع کی جارہی تھیں جو بچوں کی دلچسپی میں اضافے کا باعث بنیں۔سرشار کے ناول "فسانہ آزاد" کا یہ کردار خوجی بڑوں میں تو مقبول تھا ہی مگر جمیل جالبی نے اسے بچوں میں بھی مقبول عام بنا دیا۔

بچوں کے ادب کیلئے موضوع اور اسلوب دونوں ہی بہت اہم ہیں۔ان کا سہارا لے کر ہی ننھے قارئین کے دل و دماغ کو مسحور کیا جا سکتا ہے۔ان کے تفنن طبع کے سامان کے ساتھ ساتھ ان کے اندر ادب وفن کا صحیح ذوق بھی پیدا کیا جا سکتا ہے۔ان دونوں عناصر کی کسوٹی پر ڈاکٹر جمیل جالبی کی تخلیقات پوری اترتی ہیں۔وہ بچوں کا ادب تیار کرنے میں ناکام نہیں رہے۔اس کا بین سبب ان کا نفسیاتی شعور ہے۔وہ ایک ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت سے بچوں کی ذہنی سطح،ان کے شوق و جذبے اور ان کی دنیائے تخیل سے کما حقہ آگاہ ہیں۔لہٰذا جب جالبی صاحب "ارسطو سے ایلیٹ تک" کی سطح معاً رُخ موڑ کر بچوں کے لئے کہانیاں

لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہ فکر وفلسفہ اور علم وادب کے حصار سے باہر نکل آتے ہیں اور اس دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں اسمٰعیل میرٹھی، صوفی تبسم، شفیع الدین نیرؔ وغیرہ کا راج ہے۔ وہ بچوں کی معصوم دنیا کے باسی ہو جاتے ہیں ان کے اوپر سے تنقید، تحقیق و تجربہ کا پر تکلف و دانشمندانہ غلاف اتر جاتا ہے۔ ان کے سامنے ننھے منے بچوں کی معصوم دنیا ہوتی ہے جہاں " کلچر " کا ذکر ممنوع " تاریخ ادب " کی بات ناموزوں " اور کدم راؤ پدم راؤ" کا رومانی قصہ بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ آسان بات نہیں۔ اپنے آپ کو تنقید، تحقیق اور تاریخ کی بندھی ہوئی زنجیروں سے آزاد کرنا کارِ فرہاد سے کم نہیں۔(؟؟) سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک بڑا ادیب جو شعور و قلم کی بلندیوں پر ہو اپنی ذہنی سطح کے مخالف سمت مراجعت کرتا ہے تو اس کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما رہے ہوں گے۔ یقیناً ہونہار سے محبت اور ان کی ذہنی تربیت، جنہوں نے مستقبل میں ملک و قوم کا باگ ڈور سنبھالنا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا یہ گوشہ ہمارے ان تمام ادیب و شعراء کیلئے نکتہ فکر ہے کہ برصغیر کا ایک قد آور ادیب و محقق جس کا علمی تجربہ، معلومات کی وسعت اور فہم و ادراک کی بلندی کا کوئی نعم البدل نہیں اس نے بچوں کی طرف سے صرفِ نظر نہیں بلکہ علمی و ادبی نوعیت کے کے دقیع موضوعات کے ساتھ ساتھ بچوں کے ادب کو خاصی اہمیت دی اور ان کیلئے قیمتی وقت صرف کیا۔ اس لحاظ سے اردو ادب خوش نصیب ہے کہ اسے ڈاکٹر جمیل جالبی میسر آئے جنہوں نے اردو ادب کے ہر گوشے میں اپنے فکر و فن کے چراغ روشن کئے ڈاکٹر جمیل الدین عالی کی ادبی خدمات کا دورانیہ تقریباً ستر برس پر پھیلا ہوا ہے اور جس طرح سے انہوں نے مقدار اور معیار میں توازن کی عمدگی کو قائم اور برقرار رکھا ہے اس کی خوشبو اردو ادب کی فضاؤں میں دیر تک اور بہت دور تک ان کی یادوں کو زندہ اور محبوب رکھے گی۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر سید وقار عظیم، " جمیل جالبی کی تاریخ ادب اردو" مشمولہ "ڈاکٹر جمیل جالبی" مرتبہ، ڈاکٹر محمد خاور جمیل، ایلیٹ پبلشرز کراچی۔

۲۔ محمد احسن فاروقی، " جمیل جالبی کی تنقید نگاری" مشمولہ "ڈاکٹر جمیل جالبی" مرتبہ، محمد خاور جمیل،

۳۔ ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، "ڈاکٹر جمیل جالبی کی " تاریخ ادب اردو" ایک سنگ میل" (ڈاکٹر جمیل جالبی۔

۴۔ڈاکٹرمحمودالرحمٰن الذوی،"اردو میں بچوں کا ادب"مقدمہ،مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔

۵۔رانامحمد شاہد"بچوں کے جمیل جالبی'drdupiont.com

۶۔ڈاکٹرمشرف احمد،" لکھ رہی ہیں۔لکھ رہی ہیں۔لکھ رہی ہیں انگلیاں"مشمولہ"ارمغاں"جمیل جالبی نمبر،شمارہ?،اپریل،مئی1996،کراچی۔

۷۔ڈاکٹرجمیل جالبی"بارہ کہانیاں"عفیف پرنٹرز،دہلی۔

۸۔"بارہ کہانیاں"

۹۔ڈاکٹرجمیل جالبی،"حیرت ناک کہانیاں"ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی۔

۱۰۔ڈاکٹرمشرف احمد، " لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں لکھ رہی ہیں انگلیاں"

۱۱۔ڈاکٹرمحمودالرحمٰن،"ڈاکٹرجمیل جالبی۔بچوں کے ادیب"مشمولہ "ڈاکٹرجمیل جالبی مرتبہ،ڈاکٹرمحمد خاور۔